Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:27, Issue:2, 2022, pp. 155-164

وبائی امراض سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ اور اسلامی نظام معیشت:

تاریخی تناظر میں اطلاقی مطالعہ

Economic protection of people affected by epidemic diseases and Islamic economy: Applied study in historical context

Irfan Jafar

Lecturer, The University of Lahore

muhammad.irfan@ais.uol.edu.pk

Muhammad Taha Ibrahim Dehlvi

Ph.D. Scholar, IIU, Islamabad, Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

KEYWORDS

Infectious diseases, economic security, economic system, emergencies, suffering, affected people.

Date of Publication: 26-12-2022

ABSTRACT

The Dīn Islām is a comprehensive and perfect religion. Its comprehensiveness can be gauged from the fact that if a person needs guidance in any field, then the Dīn Hanīf gives him complete and complete support. Whether it is affairs or society, economics or worship, politics or ethics, peace or war, general situation or serious, emergency, and extraordinary situation, the purpose is that Islamic law has guided man in every aspect of life and in every matter. - Human life goes through different stages, sometimes human beings face extraordinary and accidental situations. These conditions are sometimes personal and individual in nature and sometimes collective and general. The effects of epidemics are general and affect every section of life and every society. The same is true of the corona virus in epidemics. Where other sectors of life have been affected the economic life has been most affected, business life, industry, trade and all sources of employment have been affected, unemployment and inflation rates. Food and shelter are among the necessities of life. Under normal circumstances, it is not so difficult to get these necessities for the protection and survival of life, but in epidemic diseases, calamities, calamities and emergencies, it becomes difficult and sometimes impossible to get these basic economic necessities. In general, as well as in times of calamity, it is imperative to support the economy of the victims; otherwise, they may lose their lives. These epidemics have had a profound effect on the economy. Now the question is how to deal with such emergencies? , And what does the Islāmīc economic system guide human beings in this regard? The solution to these questions is presented in historical context in the article under review.

تمہید

انسان ہمیشہ سے ہی معاشی عدم تحفظ سے نبرد آزما رہا ہے اور اپنے پیٹ کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے روز آفرینش سے ہی سرگرم عمل ہے، لیکن عصر حاضر میں عمومی حالات کے علاوہ ہنگامی اور وبائی امراض کے حالات میں انسان کا سب سے بڑی پروبلم معاشی بد حالی ہے۔ وہ اس کے حل میں پوری طرح مصروف ہے۔ اس تگ ودو میں اپنے حواس کھو بیٹھا ہے، اسکے سوچنے سمجھنے کیطاقت ماؤف ہو چکی ہے، اگر کوئی معاشی نظام اُسے معاشی تحفظ کے لئے جس راہکی نشاں دہی کردے، تو وہ اس کے عواقب و ثمرات سے بے نیاز ہو کر اس میں گود جاتا ہے اور ہلاکت و تباہی سے دوچار ہونے سے پہلے وہ پلٹ کر دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے معاشی بوجھ سے سبکدوش ہونے کی بجائے اس کے نیچے دبتا چلا جاتا ہے۔ معاشی تحفظ کے حصول اور بھوک و افلاس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے یہ زمین کتنی ہی بار انسانی خون سے لالہ زار بنی ہے۔ لیکن انسانیت کی شبِ تاریک کی صبح ہوتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی۔

آج کا انسان اپنے معاشی تحفظ کی تلاش میں سرگرداں ہے، اس ضمن میں اسلامی نظام معیشت ایک سیدھے راستے کی حیثیت رکھتا ہے جس کی پیروی انسان کو تمام لغزشوں سے بچا کر منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے۔ اسلامی نظام معیشت نے عمومی حالات زندگی میں انسان کے بھوک و افلاس اور معاشی بدحالی کا نقشہ کھینچا ہے، ان پر عمل پیرا ہو کر ہنگامی اور وبائی امراض کی صورتحال سے جنم لینے والے سنگین معاشی مسائل کا تدارک و حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا نظام معیشت معاشرہ اور افراد دونوں ک احتیاجات وضروریات کو ملحوظ رکھتا ہے۔ یہ معاشی نظام متوازن اور معتدل ہے۔ اسلام کا نظام معیشت عمومی حالات کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے مواقع پر متاثرین کی معیشت کو سہارا دیتا ہے۔ اس تناظر میں ذیل چند ایک اسلامی نظام ہائے معیشت کے اصول و قوانین پیش کئے جائیں گے جو قدرتی آفات، ہنگامی حالات، وبائی امراض کے صورتحال میں پیدا ہونے والے معاشی عدم تحفظ کو دور کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

1. اسلام کا نظام تکافل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اسلام ہمیشہ سے ایک فلاحی، باہمی تعاون اور امن و سلامتی پر قائم معاشرے اور ریاست کی تعمیر و تشکیل کا خواہاں رہا ہے۔ ایک ایسے معاشرے کا جس میں ہر شخص کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہو رہی ہو اور افراد معاشرہ امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے ہوں، یہی وجہ کہ اس نے فلاح و بہبود کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے افراد معاشرہ کو ایک دوسرے کی کفالت کرنے کا ذمہ دار بنایا ہے اور انہیں اس کی ترغیب دینے کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔ اگر اولاد چھوٹی ہے تو ان کی ذمہ داری والدین پر عائد ہے، بالکل اسی طرح والدین ناتواں اور بزرگ ہیں تو یہ ذمہ دراری اولاد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ بیوی کا نان و نفقہ حسب توفیق شوہر پر لازم ہے۔ اور یتیم بچے کی کفالت کی ذمہ داری قریبی رشتہ داروں اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں دیگر افراد معاشرہ پر ڈال دی گئی ہے۔ یہ تو انفرادی سطح پر کفالت کا تصور ہے اور اسے کفالت خاصہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر اجتماعی طور پر افراد معاشرے کو کفالت کی ضرورت پیش آتی ہے تو پھر بیت المال اور حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی سطح

پر کفالت عامہ کا انتظام کرے۔اور اس اہم فریضہ سے عہدہ برہونے کے لیے لوگوں سے زکوۃ، صدقات، عطیات وصول کرے اور متاثرہ افراد کی معاشی تحفظ کو یقینی بنائے۔

تکافل مروجہ ابیمہ کے نعم البدل مشترکہ وباہمی امداد اور تعاون کے اصول پر قائم نظام ہے۔ جس میں مروجہ بیمہ سے متعلق مقاصد کی تحسیل کے لیے شرعی وقافریم ورک تیار کیا گیا ہے۔ اسلامی نظام تکافل کی پریکٹیکل صورتیں اگر نئی اور جدید ہیں لیک شریعت اسلامیہ اصول وضوابط کے ساتھ متصادم نہیں ہیں۔ مستقبل میں ممکنہ وغیر متوقع خطرات ونقصانات کے تناظر میں پیش آنے کے باعث ہونے والے نقصانات سے نبرد آزماہونے کی تدابیر ا بہترین اقدام ہے۔ دین متین ایسے اقدام کی ناصرف اجازت دیتاہے بلکہ بسا اوقات اجانب رغبت بھی دیتاہے۔ اسی لیے ذیل میں اسلام کے نظام تکافل کا تعارف اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں چند مثالیں رقم کی گئی ہیں۔

تکافل کا لغوی مفہوم

لفظ تکافل عربی زبان سے ہے۔ اور باب تفاعل سے ہے۔اس میں مشارکت کے معنٰی پائے جاتے ہیں۔ جس کے معنٰی باہم ایک دوسرے کی کفالت کرنے یا آپس میں ایک دوسرے کا ضامن بننا، یاباہمی دیکھ بھال"[1] کے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تکافل اجتماعی کا درس دیاہے۔کیونکہ اسلام میں ہر مسلمان دوسرے کے افعال وغیرہ کا ضامن ہے اور یہ کہ معاشرے کے محتاج اور معذور، اور کسی بھی ناگہانی مصائب سے متاثرہ افراد کے خوراک، پوشاک اور رہائش کی ذمہ داری معاشرے کے اہل ثروت لوگوں کے ذمہ ہے۔ اس ضمن شلتوت محمود شلتوت میں لکھتے ہیں:

"التكافل الاجتماعي: هو ايمان الافراد مسؤلية بعضهم عنبعض ـوان كان كل واحد منهم حامل لتبعات اخيه ،فاذا اساء كانت اساءته على نفسه ـوعلى اخيه ،واذا ما احسن ،كان احسانه لنفسه و لاخيه"[2]

سماج کے افراد کا یہ ایمان ہو کہ باہم مسؤول (ذمہ دار) اور یہ کہ ہر ایک اپنے بھائی کے افعال کے نتائج کا حامل ہے۔ پس اگر وہ کوئی برائی کرے تو اس کا بوجھ اس پر اور اس کے بھائی پر ہے۔ اور اگر کوئی نیکی کرے تو اس کا فائدہ اس۔ اور اسکے بھائی کا ہے، اجتماعی تکافل کہلاتا ہے۔"

تکافل کی اصطلاحی تعریف

تکافل کا جدید نظام بنیادی طور پر مروجہ بیمہ کا بدل ہے۔ مروجہ بیمہ سے حاصل ہونے والے مقاصد کو شرعی ودینی سانچے میں ڈال کر ترویج وتشکیل دینے والا نظام ہے۔ چنانچہ تکافل کی چند ایک تعریف حسب ذیل ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

((عقد تبرع بين مجموعة من الاشخاص للتعاون على تفتيت الاخطار المبينة في العقد و الاشتراك في تعوض الاضرار الفعلية التى تصيب احد المشتركين والناجمة عن وقوع الخطر المؤمن منه و ذلك وفقا للقواعد التى ينص عليها

نظام شركة التامين والشروط التى تتضمنها وثائق التامين وبما لايتعارض مع احكام الشرعية الاسلامى)) [3]

"تکافل باہمی تعاون کی بنیاد پر ایک گروہ کے مابین تبرع کا معاملہ ہے جس میں کسی ایک شریک کو ہونے والے نقصان کا مشترکہ طور پر ازالہ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کا حصول تکافل کمپنی کے قواعد و شرائط اور تکافل معاہدات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ شرعی اصول احکام کے مخالف نہ ہو"

1. تکافل ایک اسلامی نظام بیمہ کا نظام ہے جو باہمی تعاون و تناصر اور تبرع کے اصول پر مبنی ہے، جہاں تمام شرکاء رِسک کو شئیر کرتے ہیں۔ اور اس طرح باہمی تعاون و تناصر ک طریقے سے مقررہ اصول و ضوابط کے تحت ممکنہ مالی اثرات سے محفوظ ہو جاتے ہی۔[4]

ان تعریفات سے واضح ہو تاہے کہ اسلام کا نظام تکافل باہمی تعاون و تناصر کی بنیاد پر قائم ہے جس میں متعدد لوگ باہم معاہدہ کرتے ہیں کہ خطرات یا ہنگامی حالات کے سبب اگر کسی بھی انسان کو نقصان پہنچے تو تمام شرکاء باہم مل کر متاثرہ افراد کے نقصان کا ازالہ کریں گے جس کی وجہ سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ ہو جائے۔

اسلام کا نظام تکافل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اسلام کا نظام تکافل باہمی تعاون و تناظر کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اس نظام کے ذریعے سے ہنگامی اور مشکل حالات میں متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اگر تاریخ کے اوراق کی روگردانی کی جائے اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث طیبہ بھی تعاون اور تناصر کھلے لفظوں میں موجود ہے جو اسلام کے نظام تکافل کی شرعی طور پر جائز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ جس کی چند ایک مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

1) میثاق مدینہ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ایک معاہدہ کیا تھا، یہ معاہدہ ۴۷ دفعات پر مشتمل تھا اس معاہدے کی اکثر دفعات باہمی تعاون اور امداد پر مشتمل ہیں۔ مثلاً:

1. بے شک قریشی مہاجرین اپنی پرانی حالت پر باقی رہیں، باہم دیّت ادا کریں، اور اپنے مسلمانوں کا فدیہ انصاف اور عرف کے مطابق دیں گے، اور بنی عوف قبیلہ (انصاری قبیلہ) اپنی پہلی حالت پر برقرار ہے۔ پھر انصار قبائل کا اسی طرح ذکر کیا۔[5] یہ باہمی امداد و تعاون متاثرہ افراد کے ضرر و تکلیف میں کام آنے پر واضح دلیل ہے۔
2. مسلمان کسی مالدار اور مقروض آدمی کو یوں نہیں چھوڑیں گے بلکہ اس کے ساتھ فدیہ اور دیّت میں لازمی مدد کریں گے۔[6] اس میں مسلمانوں کے لیے آپس میں مسؤولیت اور ایک دوسرے کے ساتھ مشکل حالات میں مدد کرنے کا بہترین سبق موجود ہے۔

3. یہود میں سے جو ہماری متابعت کرے گا تو اس کے لئے ہمارے اوپر امداد اور اچھے اخلاق کا سلوک لازم ہے اور نہ ہی ان کے مقابلے کسی کی مدد کی جائے گی۔[7] مدینہ منورہ کے باشندوں کے مابین حقوق کی برابری اور کمزور کے لیے طاقتور پر امداد کے لزوم کے لیے بہترین ضمانت اور تکافل ہے۔
4. اگر کسی مسلمان کو کوئی شخص ناحق قتل کرے تو اس پر قصاص لازم ہو گا البتہ مقتول کا ولی معاف کرے۔ اور تمام مسلمانوں پر اس سے قصاص لینا لازم ہے۔[8]

مذکورہ بالا آرٹیکل کے علاوہ اور بھی دفعات ہیں جن میں مسلمان باہم میں تعاون و تناصر کی بنیاد پر ایک دوسرے کے دکھ و درد برداشت کرنے، قیدیوں کی آزادی، محتاج کنبے والے کی مدد، مظلوم کینصت و امداد، جابر و ظالم کا قلع قمع اور مسلمانوں اور یہود مدینہ کے مابین بیرونی دشمنوں کے خلاف باہمی اعانت و امداد کا عہد، سُکان مدینہ کا دفاع، ایک دوسرے کے لیے بھلائی کی چاہت، اور ایک ہنگامی حالات میں ایک دوسرے کی مالی و جانی امداد وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے۔

2) قبیلہ اشعر کا طرز عمل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

قبیلہ اشعر کے لوگوں کا طرز عمل یہ تھا کہ میدان جنگ میں یا اپنے شہر میں رہتے ہوئے خورد و نوش کا سامان ختم ہونے لگتا تو ہر ایک کے پاس جتنا کچھ ہوتا وہ لے آتا اور تمام لوگ ایک کپڑے میں سب کچھ جمع کرتے اور پھر ایک برتن سے سب میں برابر تقسیم کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ((فهم مني و انا منهم))[9] "پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں" قبیلہ اشعر کے لوگ یہ عمل اس وقت کرتے تھے جب ہر ایک کے پاس کورد و نوش کا سامان اتنا نہیں ہوتا کہ آنے والے مشکل (بھوک) کا بوجھ ہلکا کر سکے، کسی کے پاس ضرورت سے کم یا بالکل نہیں ہوتا، اور کسی پاس ضرورت کی مقدار ہوتی یا اس سے زائد ہوتا تھا۔ لہذا مجموعی طور پر تمام اہل قبیلہ اپنی خوراک جمع کرتے اور پھر برابر تقسیم کرتے جس سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ اور بھوک میں مبتلا ہونے والے شخص کی پریشانی دور ہو جاتی۔ اسلام کے نظام تکافل کی بنیاد بھی اس طرح کے باہمی تعاون اور امداد پر ہے، ایک شخص کے بوجھ کو کئی افراد میں تقسیم کر کے ہلکا کیا جاتا ہے۔ جس سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ ہونے ساتھ ساتھ پریشانیاں بھی رفع ہو جاتی ہیں۔

3) مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخاۃ اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مکہ نے نہایت کسمپرسی کی حالت میں مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا، انصار نے بخوشی قبول کیا۔ جس کی توصیف اللہ تعالی قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے:

"اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر

ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں"

انصار کی ان فضیلتوں کو دیکھ کر مہاجرین خود رشک کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

"ہم نے اس قوم سے بہتر قوم نہیں دیکھی جس کی طرف ہم آئے ہیں۔ جنہوں نے قلیل میں ہماری اعانت کی، اور کثیر کو خوب خرچ کیا، ہماری مشقتوں اور تکالیف سے ہم کو بے پروا کیا، اور اپنی کمائی میں ہم کو شریک کیا، یہاں تک کہ ہمیں خوف ہے کہ سارا اجر و ثواب تو یہی لوگ حاصل کر گئے"[10]

رسول اکرم ﷺ نے ان کے درمیان اایسے اخوت و بھائی چارے کی طرح ڈالی جس کی نظیر آج تک کوئی سماج پیش نہ کر سکا۔ امہاجرین و نصار کے مابین قائم شدہ رشتہ مواخات میں اگرچہ تکافل کا لفظ نہیں بلکہ اس کی روح موجود ہے۔

بیت المال اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اسلام کا نظام معیشت عمومی حالات کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے مواقع پر متاثرین کی معیشت کو سہارا دیتا ہے۔ قدرتی آفات کے موقع پر جو معاشی اقدامات کرنا، حکومت وقت کی اولین ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اگر اس کا تاریخی تناظر میں مطالعہ کیا جائے بہت سے واقعات سامنے نظر آتے ہیں۔

اگر کسی علاقے میں کوئی قدرتی آفات ظاہر ہو جائے یا ہنگامی حالات پیش آجائیں جن کی وجہ سے وہاں کے لوگ تنگدست، مفلس ہو جائیں، سر ڈھانپنے کو چھت میسر نہ ہو، ہر طرف معذوری و مجبوری کا سماں ہو تو اس بے سروسامانی اور غربت کے عالم میں دین، جان، عقل، نسب اور مال و دولت خطرے میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلامی حکومت کی لازم ہے کہ وہ ان مصالح کی حفاظت کرنے کی غرض سے ہنگامی اور ناگہانی صورت میں عوام کو معاشی تحفظ فراہم کرے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے حکومت اپنے مرکزی خزانے، بیت المال یعنی مرکزی بنک کے ذریعے متاثرین کی مدد کرنے کی پابند ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ عیسائیوں کے ایک کوڑھ زدہ گروہ کے پاس سے گزرے تو آپؓ نے حکم جاری کیا کہ ان کو صدقات میں سے روزینہ دیا جائے اور ان کو راشن و غذا جاری کی جائے۔[11]

جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے بطورِ سربراہِ حکومت، سرکاری سطح پر غلبہ تقسیم کیا لہٰذا آج بھی اسوہ یوسفی سے رہنمائی لیتے ہوئے اسلامی حکومت اور حکام کی ذمہ داری ہے کہ قدرتی آفات کے ایسے مواقع پر متاثرین کی بحالی تک بیت المال اور سرکاری خزانے سے ان کی مدد جاری رکھیں۔ امام جصاصؒ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے غلہ و خوراک کی تحفظ اور لوگوں میں ضرورت کے مطابق اس کی تقسیم کے جو امور بیان کئے ہیں ان سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہر دور میں سربراہان حکومت کو خوف ہو کہ لوگ قحط وغیرہ کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں تو انہیں ایسے ہی اقدام اٹھانے چاہئیں۔[12]

علامہ ابن القیمؒ رقم طراز ہیں:

"مسلمانوں کا بادشاہ مسلمانوں کے قرضوں کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے اگر وہ ادا نہ کر سکیں تو ان کا قرض بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ اگر مسلمان کی موت واقع ہو جائے تو اس کے قرض کی ادائیگی کا بیت المال ذمہ دار ہوتا ہے۔ نیز اسی طرح اگر ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو تو بیت المال (خزانہ) ہی ان پر خرچ کرے گا۔"[13]

پس یہ ایک شرعی اور فقہی اصول کے طور پر بیان کر دیا ہے کہ وہ شخص جو کسی بھی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو جائے اور اس کا کوئی قریبی بھی موجود نہ ہو تو بیت المال پر اس شخص کی ضروریات پورا کرنا واجب ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ مستحقین تک یہ حقوق پہنچائے۔[14]

اس بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قدرتی افات یا دیگر وجوہات کی بنا پر جب بھی کوئی بے سروسامانی کا ماحول پیدا ہو جائے تو اسلامی ریاست کی حُکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشکل گھڑی میں متاثرین کی مدد کرے۔

2. متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ بذریعہ زکوۃ و صدقات

اسلامی ریاست میں بسنے والوں میں سے کسی پر اگر کوئی مشکل گھڑی یا قدرتی آفت آجائے تو اس سے نمٹنے کے لئے اگر سرکاری خزانہ ناکافی پڑ جائے تو حکومت عوام میں سے صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کر سکتی ہے۔ انسانی ہمدردی، مسلمانوں کے تصور اخوت و برادری اور جذبہ ایثار و قربانی کو معاشرے میں پروان چڑھا کر مصیبت و آفت زدہ رعایا کی امداد اور بحالی کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں اہل حق کے جذبہ ایثار کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

((وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ))[15]

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے ہی تنگدستی کے مواقع پر دوسروں پر خرچ کرنے کے جذبہ کو پروان چڑھانے کے لئے کفایت شعاری کا اصول بیان فرما دیا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

طعام الاثنين كا فى الثلاثة وطعام الثلاثة كا فى الاربعة۔[16]

"دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا چار کے لئے۔"

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ایثار اور کفایت شعاری کے جذبے کو یوں بیان کیا ہے:

طعام الواحد يكفى الاثنين وطعام الاثنين يكفى الأربعة وطعام الأربعة يكفى الثمانية۔[17]

اسی طرح کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروقؓ نے قحط سالی کے دوران ہر گھر میں اہل خانہ کے افراد کی تعداد کے برابر قحط زدہ افراد کو داخل فرما دیا اور فرمایا کہ آدھی غذا کر دینے سے کسی شخص کو موت نہیں آئے گی[18] ایک دوسرے مقام پر موطا امام مالک کی مذکورہ حدیث کی شرح میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ فاقہ کشی اور بھوک کے دنوں میں حاکم وقت فقر و فاقہ میں مبتلا افراد میں سے اتنی تعداد میں صاحبِ قدرت خوشحال لوگوں میں تقسیم کر دے جو ان (صاحبِ قدرت افراد) کے لئے تکلیف و ضرر کا باعث نہ بنے۔[19] قرآن حکیم میں انفاق

فی سبیل اللہ کے عمومی حکم کے علاوہ ہنگامی حالات میں بھی خصوصاً خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ بھی اگر خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ)) (20)

اس ساری بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اغنیاء اور خوشحال لوگوں پر وجوباً یہ حکم لاگو ہوتا ہے کہ جب بھی کسی پر بے سروسامانی اور مفلسی طاری ہو جائے تو ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ معمول کی زندگی گذارنے کے قابل ہو سکیں جس طرح کہ حضرت علی ؓ کا قول ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں پر ان کے مالوں میں سے فقراء کی ضرورت و کفایت کے مطابق خرچ کرنا فرض کیا ہے۔(21)

مزید یہ کہ کسی قدرتی آفت یا کسی اور وجہ سے اگر ریاست کے کسی حصے پر غربت و افلاس زیادہ شدت اختیار کر جائے بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے موت کے سائے منڈلا رہے ہوں تو ایسی صورت میں زائد از ضرورت کے علاوہ ذاتی ضرورت کے سامان میں بھی متاثرین کو شامل کرنے کا حکومت حکم دے سکتی ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ایک ایک لقمے میں بھی محتاج و فقراء کو داخل کرنے کا حکم دیا:

إن أصحاب الصفة كانوا أناساً فقراء وأن النبيﷺ قال مرة: من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث ومن كان عنده طعام أربعة فليذهب بخامس بسادس(22)

”اصحاب صفہ فقراء محتاج تھے اور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس کے پاس دو کا کھانا ہے تیسرے (محتاج و فقیر) کو ساتھ لے جائے (اور اپنے کھانے میں شریک کرلے) اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں، چھٹے کو لے جائے۔“

عقلی طور پر انسان سوچ بھی سکتا ہے کہ مشقت و مزدوی سے کمائے گئے مال پر ملکیت کا حق اتنا کمزور ہے کہ ضرورت سے زائد مال کسی بھی وقت خرچ کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن و حدیث سے ملکیت کا تصور سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔(23)

وسائل سے منفعت میں دوسروں کو برابر شریک کرنے کی مثال صحابہ کرامؓ نے پیش کی اور حضور ﷺ نے اسے انتہائی پسند فرمایا۔ حدیث مبارکہ ہے:

إن الأشعريين اذا ارملوا فی الغزو أو قل طعام عيالهم بالمدينة جمعوا ما كان عندهم فی ثوب واحد ثم أقسموه بينهم فی إناء واحد بالسوية فهم مني و أنا منهم۔(24)

"اشعریوں کا معمول یہ تھا کہ جب وہ کسی غزوہ کے وقت محتاج ہو جاتے یا مدینہ میں ان کا کھانا خاندان کی ضرورت سے کم پڑ جاتا تو وہ اپنے سارے سامان کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر اسے ایک برتن کے ساتھ آپس میں برابر بانٹ لیتے تھے، وہ مجھ سے ہیں،،، اور میں ان میں سے ہوں۔"

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کسی بھی ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اسلامی ریاست عوام میں تصور ملکیت کا اسلامی تصور پروان چڑھا کر ان سے محتاج اور مفلس افراد کی مدد کرواسکتی ہے۔ اس حوالے سے حکومت حکما بھی حالات کی سنگینی کے خاتمے تک امدادِ باہمی کی صورت پر عمل کرا سکتی ہے۔

ہنگامی حالات میں متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزم وہمت کی دولت سے مالامال کیا ہے تا کہ وہ ہر قسم کے مشکل اور ہنگامی حالات کا مقابلہ کر سکے چونکہ یہ نظام قدرت ہے کہ زندگی میں اگر آرام وسکون ہے تو دکھ اور غم بھی موجود ہیں۔ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کہیں تاریکی و ظلمت ہے تو کہیں روشنی، کہیں راحت وسکون ہے تو کہیں آفات وبلیلات کی وجہ سے پیش آنے والے ہنگامی حالات۔ یہ بات بھی ہے کہ زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے خوراک اور رہائش و سکونت کو اولیت حاصل ہے۔ زندگی کے تحفظ و بقاء کے لئے عام حالات میں ان بنیادی ضروریات کا حصول اتنا مشکل نہیں ہوتا مگر آفاتِ سماویہ، مصائب و آلام اور ہنگامی حالات میں ان بنیادی معاشی ضروریات کا حصول مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔ عمومی حالات کے ساتھ ساتھ آفت ومصیبت کے موقع پر بالخصوص، متاثرین کی معیشت کو سہارا دینا لازمی امر ہوتا ہے و گرنہ وہ زندگی سے محروم ہو سکتے ہیں۔ ایک انسانی جان کی قدروقیمت کیا ہے اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا [25] جس نے کسی ایک کی جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔

متاثرین کے معاشی تحفظ کے لیے اسلامی تدابیر

اسلام نے فقر وفاقہ کے خلاف باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا ہے اور اس ختم کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔۔ اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو ہر طرح کے حالات میں اس کے مناسب حال وہ معیار زندگی میسر آسکے جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور زندگی کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآہ ہونے میں اس کے لیے مدد ومعاون ہو۔ اسی لئے اسلام نے یہ بات لازمی قرار دی کہ معاشرے کے ہر فرد کو کم از کم ضروریات زندگی میّسر ہونی چاہیں، مثلاً خورد ونوش، رہائش، گرمیوں اور سردیوں کا لباس، اگر وہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کی تعلیم کا سامان میسر ہو

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں معیشت کا یہ معیار ہر انسان کو کیسے حاصل ہو؟ اور اسلام نے اس سلسلے میں کون سے ذرائع ووسائل اختیار کئے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے انسان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کئے لیے مندرجہ وسائل اختیار کئے ہیں۔

1. عمل کرنا

اسلامی سماج میں ہر انسان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ کام کرے، اور اسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ روئے

زمین پر چلے پھرے اور اللہ کا دیا ہوا رزق کھائے، کام فقر و فاقہ کشی سے نمٹنے کے لیے پہلا ہتھیار ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے زیر سایہ رہ کر کوئی محنت کرنے والا اپنی محنت کے معاوضہ اور کوشش کے ثمرے محروم نہیں رکھا جاتا بلکہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی بلا کم و کاست ادا کر دی جاتی ہے۔ اور اسلام نے اُن تمام نفسیاتی عوامل اور عملی پیچیدگیوں پر بحث کی ہے جو لوگوں کو جہد وجہد سے روکتی ہیں۔

2. ازالہ فقر و فاقہ بذریعہ کفالت

فقر و فاقہ کے ازالہ کے لیے دین اسلام میں اگرچہ یہ چیز اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہی کہ ہر شخص محنت کرکے فقر و فاقہ کا مقابلہ کرے۔ مگر ان معذووں اور آفت زدگان کا کیا گناہ ہے جو کام کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے؟ ان بیؤواں کا کیا قصور جن کے خاوند انہیں بالکل کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ کر دنیا سے رُخصت ہو گئے؟ چھوٹے بچوں اور ضعیف العمر بوڑھوں کا کیا گناہ ہے؟ متعدی اور موذی امراض میں مبتلاء لوگوں کا کیا گناہ ہے؟ اور ان لوگوں کا کیا گناہ ہے جو بعض آفات ناگہانی کے باعث کام اور کسب سے محروم ہو گئے ہیں؟ کیا ایسے افراد معاشرہ اور معاشرتی و معاشی متاثرین کو حالات کی ستم ظریفی پر چھوڑ دیا جائے گا؟

ان سوالات کے جواب میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

> ”نہیں۔ اسلام نے اِن افراد کو بھی فقر و فاقہ اور محتاجی و تنگ دستی کے چنگل سے نجات لانے کے لیے انتظام کیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی چیز یہ ہے کہ ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے کا پاس کریں اور ایک دوسرے کی اعانت و کفالت کا ذمہ لیں۔ طاقتور کمزور کے کام آئے، دولتمند اپنے فاقہ مست بھائی کا کفیل بن جائے، اصحاب قدرت و اختیار اپنے معذور و مجبور رشتہ داروں کو خود کفیل بنانے میں مدد دیں۔ کیونکہ فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک خاندان کے باہمی تعلقات زیادہ ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے لطف و کرم سے پیش آتے ہیں اور وہ رحم کے رشتے میں ایک دوسرے سے منسلک ہوتی ہیں۔“(26)

3. ازالہ فقر و فاقہ بذریعہ زکوۃ

اسلام نے ہر انسان کو تلاش معاش کا پابند کیا ہے تاکہ وہ اپنی اور اہل خانہ کی کفالت کر سکے اور اگر ہو سکے تو راہ خدا میں بھی خرچ کرے، اگر کسی کے پاس مال بھی نہ ہو اور نہ ہی میراث میں کچھ ملا ہو تو اس کی کمعاونت و کفالت کی ذمہ داریقریبی رشتہ داروں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کو معاشی تحفظ فراہم کریں، مگر ہر آفت زدہ کو کو ایسے خوش حال و مال دار رشتہ بھی میسر نہیں ہوتے تو ایسی صورتحال میں وہ معاشی زبوں حالی کا شکار فرد کیا کرے؟ محتاج و نادار لوگ مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، ضعیف العمر بوڑھے مرد و عورتیں کیا کریں؟ ضعیف العقل، دائم المرض، اندھے یا کسی وبائی مرض میں مبتلا افراد کیا کریں؟ کیا ایسے لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا جائے کہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی و محتاجی ان کو مار ڈالے اور معاشرہ ان کا تماشائی بنا رہے؟

اسلام نے ایسے افراد معاشرہ جو ہنگامی حالات اور قدرتی آفات و بلیلات کی وجہ سے معاشی عدم تحفظ کا شکار ہوں کو فراموش نہیں کیا، بلکہ رب تعالیٰ نے ان کے لیے دولتمندوں کے مالوں میں ایک مقررّہ حق رکھ دیا ہے جو ایک

فریضے کی حیثیت رکھتا ہے، اُسے زکوۃ کہتے ہیں۔ زکوۃ کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ فقراء و مساکین اور معاشی بدحالی کا شکار افراد کو معاشی تحفظ فراہم کیا جائے تا کہ ان کی تنگ دستی اور محتاجی ختم ہو جائے۔ زکوۃ نہ صرف مال پر مقرر کی بلکہ زکوۃ زرعی پیداوار مثلاً اناج، پھل اور سبزیاں وغیرہ پر عُشر کی صورت میں لازم کی ہے۔ اس کے علاوہ صدقات و فطرانہ مالدار اور صاحب استطاعت پر لازم کیا ہے تا کہ معاشرے کے وہ افراد جو ضروریات زندگی محروم ہیں پوری کر سکیں۔

تلافی نقصانات کے لئے حکومتی اقدامات

قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصانات پورا کرنے کے حوالے سے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں چند ایک کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

1. اگر خرید کردہ مال قبضہ سے قبل ہی کسی قدرتی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو حاکم اس نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں:

والحاجة التی توجع عن المشتری الثلث فصاعداو۔ ولایکون مادون ذلک جائحة۔[27]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ حضرت مالک مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ نقصان جس کی وجہ سے (قیمت) کم کی جاتی ہے وہ مال کا ایک تہائی یا اس سے زائد ہے، اس سے کم نقصان میں تباہی اور آفت نہیں مانی جائے گی۔"

2. اگر خریدا ہوا سارا مال ضائع ہو جائے تو حکومت بائع کو مشتری سے قیمت وصول کرنے سے روکے۔ اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

لو بعت من اخیک ثمرًا فاصابته جاء جائحة فلا تحل لک ان تاخذ منه شيءا بم تاخذ مال اخیک بغیر حق۔[28]

"اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو۔ پھر ان پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو اس (مشتری) سے (قیمت میں سے) کچھ وصول کرے۔ تم اپنے بھائی کا مال (بطور قیمت) کسی حق کے بغیر کس چیز کے عوض لو گے؟"

3. آفت زدہ فرد یا گروہ اگر قرض کے بوجھ تلے دب جائے تو حکومت خوشحال لوگوں کو مقروض کی مدد کے لئے فرمان جاری کرے لیکن، اگر عوام کی مدد سے بھی آفت زدہ کا قرض نہ اترے تو پھر قرض خواہ سے معاف کروایا جائے ان دونوں نکات پر درج ذیل حدیث مبارکہ دلیل ہے. "حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کے پھلوں پر ناگہانی آفت آگئی جن کو اس نے خریدا تھا۔ پس اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس (آفت زدہ) کو صدقہ دو۔ سو لوگوں نے اس پر صدقہ کیا لیکن وہ رقم قرض اتارنے کے لئے کافی نہ تھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا: تمہیں جو مل گیا ہے لے لو اس

کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا۔"

4. قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے ذمہ ہے کیونکہ مصالح شریعت کا تحفظ کرتے ہوئے حفظ جان و مال اس کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اب اسلامی حکومت کو اس کے لئے مختلف تدابیر تلاش کرنا ہوتی ہیں۔

مغربی دنیا نے آفات و حوادث کے نقصانات سے بچنے کی خاطر اپنے ہاں بیمہ (Insurance)[29] کا نظام جاری کیا جس کی پھر متعدد شکلیں بنتی گئیں۔ لیکن موجودہ دور میں اس نظام کا متبادل نظام "تکافل" ہے۔ جو باہمی تعاون و تناصر کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔ اس نظام تکافل کے ذریعے سے متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

متاثرین کی آبادکاری کے لئے اقدامات

کسی قدرتی آفت یا ہنگامی حالات کی وجہ سے اگر مکانات وغیرہ منہدم ہو جائیں، جس طرح کہ زلزلہ و سیلاب وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے تو یہ بڑا ضروری ہو جاتا ہے کہ متاثرین کو جلد از جلد رہائش جیسی بنیادی ضرورت فراہم کی جائیں تاکہ وہ موسم کی شدت سے بچ سکیں اس چیلنج کو پورا کرنے کے لئے ایک اسلام کا نظام تکافل جو تکافل کمپنیز کو لائحہ عمل پیش کرتا ہے وہ اقدامات حسب ذیل ہیں۔

- سب سے پہلے حکومتِ اسلامی کی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود وسائل کے ذریعے یا عوام پر جبری ٹیکس لگا کر فی الفور متاثرین کو تمام بنیادی ضرورت فراہم کرے۔ جس طرح گذشتہ بحث کے دوران ابن حزم ظاہری کے حوالے سے دلائل کے ساتھ یہ قول بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر زکوٰۃ وغیرہ سے آفت زدگان کی معاشی حالت کو سنبھالا نہ دیا جا رہا ہو تو حکومت اغنیاء کو مجبور کر سکتی ہے کہ اپنے مسلمان متاثر بھائیوں کی مدد کریں اور انہیں خوراک، لباس اور رہائش فراہم کریں۔
- رعایا میں جذبہ احسان اور ایثار و قربانی کو پروان چڑھا کر متاثرین کی آبادکاری میں مدد لی جا سکتی ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے قائم کی۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری مواخاۃ مدینہ کو اسلام کی اجتماعی نظام تکافل کا ایک عملی نمونہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہو گیا اور متعلقہ معاشی مسائل حل ہو گئے اور قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے اسباب اللہ تعالیٰ نے اس عقد مؤاخاۃ کے ذریعے پیدا کر دیے یوں وقتی بے روزگاری کا علاج تلاش کر لیا گیا اور معاشی وسائل کا مناسب استعمال کرایا گیا۔[30]
- حضور نبی اکرم ﷺ نے نادار اور بے گھر افراد کو مسجد نبوی کے ساتھ بنائے گئے صفہ نامی چبوترے پر آباد کر کے قدرتی آفات وغیرہ کی وجہ سے بے گھر ہو جانے والوں کی آبادی کے حوالے سے اسلامی ریاست کو رہنمائی فراہم کی ہے۔ آج بھی ایسے موقع پر اس طرح کی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں جیسے کہ ڈاکٹر نور محمد

غفاری اہل صفہ کے حوالے سے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں درج ذیل نکات بیان کرتے ہیں:

- ❖ اسلامی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امداد باہمی کی سکیموں (نظام تکافل) کو نافذ کر کے رعایا کو مستقل طور پر ان میں شامل ہونے کا قانون بنا جائے۔
- ❖ ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔
- ❖ زکوٰۃ اور دیگر صدقات تو تکافل کا ذریعہ ہیں ہی لیکن اس کے علاوہ دوست احباب سے ملنے والے تحائف اور ہدایا بھی ایثار کرتے ہوئے فقراء و مساکین تک پہنچائے جائیں۔
- ❖ معاشرے کے کھاتے پیتے گھرانے استطاعت کے مطابق کسی حاجت مند کی کفالت اپنے ذمہ لیں۔
- ❖ ایسے مفلس و محتاج افراد کے لئے روزگار کی فراہمی کے اسباب پیدا کیے جائیں تاکہ تدریجاً ایسے افراد کی تعداد میں کمی آسکے۔
- ❖ مذکورہ بالا نکات پر عمل پیرا ہونے سے معاشی کسمپرسی کے شکار لوگوں کو بحال کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث و سفارشات

- تکافل کا جدید نظام اگرچہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا لیکن اس دور میں اس نظام کی روح ضرور موجود تھی۔
- میثاق مدینہ، قبیلہ اشعر کا طرز عمل، اور انصار و مہاجرین کے مابین رشتہ مواخات کا عمل اس کے شرعی نظائر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی ہنگامی صورت حال میں متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کے ناقابل فراموش مثالیں ہیں۔
- اسلامی حکومت اپنی منصبی ذمہ داری نبھاتے ہوئے رعایا کے جان و مال کی محافظ ہے۔
- اسلامی ریاست میں حکومتی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی محکمہ یا انڈسٹری میں کوئی بھی ملازم اپنی اجرت، منافع سے اپنی اور اپنے اہل کنبہ کی ضروریات پوری نہ کر سکے تو اس کی ضروریات کو کو پورا کرنے کی ذمہ داری بیت المال پر پر ہو گی۔
- اگر کسی آفت ناگہانی کے باعث افراد معاشرہ معاشی زبوں حالی کا شکار ہو جائیں تو دیگر صاحب ثروت و استطاعت افراد ان متاثرین کے معاشی تحفظ کو اپنے مال زکوۃ، صدقات اور ہبہ و وقف کے ذریعے یقینی بنائیں۔
- اسلامی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امداد باہمی کی سکیموں (نظام تکافل) کو نافذ کر کے رعایا کو مستقل طور پر ان میں شامل ہونے کا قانون بنا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

[1] عصمت اللہ،ڈاکٹر، **تکافل کی شرعی حیثیت**، ادارۃ المعارف، کراچی، سن اشاعت: 1431ھ، ص73۔

ʿAsmat Ullah,Dr,*Takāful kī,Sahrī haīsiyat*,(Karachi: Idaara al-maʿarif , 1431AH)P:73.

[2] شلتوت محمود، شلتوت، الشیخ، الاسلام والتکافل الاجتماعی، مجلة الازهر، سلسله نمبر ۳۳، (شعبان 1381ھ، جنوری 1962ء) ص 8

Shaltut,Maḥmud Shaltut, Sheikh,*Al-Islām w al-Takāful Al-Ijtimāʿeī*, Al-Azhar Jurnal,No:33(Jan1962)P:8.

[3] البعلی، عبدالحمید، الدکتور، الاستثمار والرقابة الشرعية فی المؤسسات المالية و المعايير الفنية، اعداد للمؤتمر التامين التعاونی، وموقف الشرعية الاسلامية، ،اپریل 2010، ص 17۔

Al-bʿ alī,Abdulḥamīd,Dr,*Al-Istismār w al-riqābah fī al-shriʿāh fi al-mossuat al-maliya w al-mʿaīyir al-faniya*,(Moqaf al-sahria al.Islamia April 2010)P:17.

[4] عصمت اللہ،ڈاکٹر، تکافل کی شرعی حیثیت، ص73۔

ʿ Asmat Ullah,Dr,*Takāful kī,Sahrī haīsiyat*,P:73.

[5] ابن کثیر، اسماعيل بن عمر، ابو الفداء، عماد الدين، **البداية والنهاية**، دار احياء التراث العربی، بیروت، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ج3، ص233۔

Ibn Kathīr , Ismāʿīl ibn ʿUmar, Abu al-Fiḍā ʿImād Ad-Din, ***Al-Bidāya wan Nihāya***(Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al ʿArabī, 1408AH)3:233.

[6] ابن کثیر، اسماعيل بن عمر، ابو الفداء، عماد الدين، البدايه والنهاية، ج 3، ص 278

Ibn Kathīr , Ismāʿīl ibn ʿUmar, Abu al-Fiḍā ʿImād Ad-Din,*Al-Bidāya wan Nihāya,*3/278.

[7] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، ابو محمد، **السیرۃ النبویہ**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت: 1375ھ، ج1، ص 503۔

ibn Hishām,ʿAbd al-Malik ibn Hishām,Abū Muḥammad,*As-Sīrah an-Nabawiyyah* (Beīrūt: Dār al Kutub al ʿIlmiyyah, 1375)1:503

[8] ابن ہشام، **السیرۃ النبوية**، ج۱، ص ۵۰۳۔

ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām، Abū Muḥammad, *As-Sīrah an-Nabawiyyah*,1/503.

[9] البخاری، محمد بن اسماعيل، الجامع ال**صحیح**، کتاب الشرکة فی الطعام والنهد والعروض، دار السلام، رياض، 1422ھ، رقم الحديث: .2486

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Al Jāmi' al Ṣaḥīḥ*, (Riyad:Dār Al Salām1422), Ḥadīth:2486

[10] ابن کثیر، اسماعيل بن عمر، ابو الفداء، عماد الدين، البداية و النهايه، ج۳، ص ۲۸۰۔

Ibn Kathīr , Ismāʿīl ibn ʿUmar, Abu al-Fiḍā ʿImād Ad-Din,*Al-Bidāya wan Nihāya* 3/280.

[11] البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، **فتوح البلدان**(قاہر: دار الهلال، 2005) ج۱، ص۸۲

Al-Balādhurī, ʾAḥmad ibn Yaḥyā ibn Jābir, *Futūh al-Buldān*,(Dar al;hilal,2005)1:82

[12] الجصاص، ابوبکر احمد الرازی، **احکام القرآن**، بيروت؛ دار الکتب العلميه، 1994، **يحب على الامام ان يفعل مثل مافعله يوسف اذا خاف هلاك الناس من القحط**، 252:2

Al-Jaṣṣās, Abū Bakr Aḥmad ibn ʿAlī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ, *Aḥkām al-qurʾān*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1994,2:252

[13] ابن القيم الجوزيه، شمس الدين، ابو عبد الله محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد فی هدی خير العباد**، (بيروت: موسسه الرساله، ۱۴۲۰ھ) ج۱، ص ۱۷۳۔

Ibn Qayyim al-Jawziyya, Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Abī Bak, *Zad al-Ma'ad Fi Hadyi Khair Al 'Ibaadm*,**(** Beirut:Mo'assasah al Risālah, 1420)1:173

[14] الكاسانی، علاء الدين، ابوبکر، مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع**، دار الکتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، کتاب النفقة، ۵/ ۱۱۴

Al-Kasani, 'Ala' al-Din Abu bakar , Maseod, *Bada'i' al-Sana'i'*, (Beīrūt: Dār al Kutub al ʿIlmiyyah, 1418 Ah/1998)5:114

[15] **الحشر**: 59:9

Al-Ḥasr59:9

[16] مالک بن انس، الامام، **موطا**، کتاب الجامع، باب ماجاء فی الطعام والشرب، (قاہرہ: دار الحدیث، ۱۴۱۳ھ) ۷۱۶

Mālik bin Anasm,Al- Imām, *Al-Mūṭā’* ,Litab al-Jamie, Dār alHadith,1413),p:714

[17] مسلم بن الحجاج القشیری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاشربة، باب فضیلة، الواساة فی الطعام القلیل، (دار السلام، ریاض)، ۱۰۴۶

Muslim ibn Al-ḤaJJāJ,*Al Jāmi’ al-Ṣaḥīḥ Al-Muslim*(Riyād, Dār Salam 1427AH), Ḥadīth # 1046

[18] الکاندھوی، محمد اشفاق الرحمن، **کشف الغطاء عن وجه المؤطا**، (مکتبة البشریٰ) ص ۷۱۶

Al-Kāndhlawi ,Muḥammad Ashfāqur Rahmān,*Kashf al-Mutahid al-Wajeh al-Muta* ,(Maktbat Al. Busrha)P:716

[19] الزرقانی، محمد بن عبدالباقی الازہری، المالکی (۱۱۲۲ھ) **شرح موطا الامام مالک**، کتاب الجامع باب ماجاء فی الطعام والشرب، (دار الفکر، دمشق)، ۴: ۳۰۰

Al-Zurqānī, Muḥammad ibn ‘Abd al-Bāqī al-Azhari al-Malik، *Sharh al-Muwatta al-Malik*(Dimicus: Dār Al-Fikar 1408)4/300.

[20] الذاریات: 19:51

Al-Dhāriyāt 51:19

[21] بنی اسرائیل: 26:17

Bani Israel 17:26

[22] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، (ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹) ۲۹۱۱

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā’īl, *Al Jāmi’ al Ṣaḥīḥ*, (Rīyaḏ: Dār Al Salām, 1999), Ḥadīth:2911

[23] البقرة: 29:2

Al Baqarah,2:29

[24] البخاری محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام والنهد و العروض، رقم الحدیث: ۲۴۸۶

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismā’īl,,-*Al Jāmi’ al Ṣaḥīḥ*, Ḥadīth:2486.

[25] المائدہ: 32:5

Al Mā’idah,5:32

[26] یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، **اسلام اور معاشی تحفظ**، مترجم: عبد الحمید صدیقی، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور، ص ۵۵۔

Yūsuf al-Qaraḍāwī;Dr,*Islām aur Mʿeāsi Taḥfuẓ*,Translater:Abdulḥameed Şidiqi,(Al-Badar Publications , Urdu Bazar,Lahore,)P:55

[27] مالک، **مؤطا**، کتاب البیوع، باب الجائحة فی بیع الثمار والزرع، ۵۷۲۔

Al-Mūṭā’ Imām Mālik,Kitab ul Biyuʿ, Bab al-jā’at fī bīʿe al-simar w al-zarʿe,P:572.

[28] **الجامع الصحیح المسلم**، کتاب المساقاة والمزارعة، باب وضع الجوائح، رقم الحدیث: 1948

Al Jāmi’ al-Ṣaḥīḥ Al-Muslim,Kitab al-Masaqāt w al-mzariat,(Ḥadīth # 1948

[29] بیمہ سے مراد ممبران بیمہ کمپنی کے درمیان حادثاتی نقصانات تقسیم کرنے کا طریقہ ہے اس کو انشورنش کے نام سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

Method of distributing accidental losses among large numbers of insured persons (The New Encyclopaedia Britanniaca, 5/373)

[30] نور محمد غفاری، ڈاکٹر، **نبی اکرم ﷺ کی معاشی زندگی**، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور، ۱۷۰، ۱۷۱

Noor Muḥammad,Giffarī, *Nabi Akram ﷺ ki Ma ʿeāsī zindgi*,(Lahore: Markaz Diyal Singh Laibriry)P:170,171.